تحقیق وتنقید

تفسیر نسفی
ایک تحقیقی مطالعہ

پروفیسر کبیر احمد جائسی

تھوڑا سا بھی علمی وادبی ذوق رکھنے والا ایسا کون سا شخص ہوگا جو ماہِ نخشب سے واقف نہ ہو، وہی ماہ نخشب جس کو دوسری صدی ہجری کے نقاب پوش مدعیٔ نبوت جادوگر حکیم بن عطا المعروف بہ مقنع نے اپنے معجزے کے طور پر پیش کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مقنع کا شعبدے سے بنایا ہوا یہ چاند رات کے وقت ایک کنوئیں سے نکلتا اور اس کی روشنی چار میل تک پھیلتی۔ ماہ نخشب سے واقفیت کے باوجود عام طور سے لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہی نخشب، نَسَف بھی کہلاتا تھا اور تاریخ اسلام کی جتنی بھی نامور "نسفی" ہستیاں گزری ہیں وہ اسی شہر نخشب کی زائیدہ و پروردہ تھیں۔ انہی میں سے ایک نامور ہستی ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان نسفی ہیں جو مفتی الثقلین کے عرف سے معروف ہیں۔ اس نامور ہستی کی تحریر کردہ کلام پاک کی فارسی تفسیر تقریباً آٹھ سو برسوں تک پردۂ خفا میں رہنے کے بعد چودھویں صدی ہجری (۱۳۵۳ھ ش = ۱۹۷۴ء) میں ایران سے شائع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں تک پہونچی ہے۔ اس فراموش شدہ تفسیر کو مکشوف اور علمی دنیا سے روشناس کرانے کا سہرا ایک ایرانی دانشور ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی کے سر ہے۔ ڈاکٹر جوینی نے ابو حفص عمر بن محمد نسفی کی فارسی تفسیر کا نہ صرف دیدہ ریزی سے ناقدانہ متن مرتب کیا ہے بلکہ اس پر ایک عالمانہ مقدمہ تحریر کر کے اس کی خصوصیات کو نمایاں کرنے کی سعی بھی کی ہے۔

فارسی زبان وادب اور اسلامیات کے طالب علم بخارا، سمرقند، مرو، نیشاپور اور طوس کے شہروں سے بڑی حد تک واقف ہیں مگر نَسَف کے سلسلے میں ان کی معلومات

نہ ہونے کے برابر ہیں اس لیے چند سطروں میں اس شہر کے محل وقوع اور اجمالی تاریخ کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ بخارا اور سمرقند کی طرح نَسَفْ بھی ماوراء النہر کا ایک مردم خیز شہر ہے جس کی خاک سے بڑے بڑے علما، صلحا، فقہا اور محدثین و مفسرین اٹھے ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: مکحول بن فضل نسفی، احمد بن محمد بن مکحول نسفی، محمد بن احمد نسفی، حسین بن خضر بن محمد نسفی، معتمد بن محمد بن مکحول نسفی، عبدالعزیز بن محمد نسفی، محمد بن جعفر بن محمد نسفی، میمون بن محمد نسفی، عبدالعزیز بن عثمان نسفی، محمد بن محمد ابوالفضل برہان نسفی (متوفی ۶۸۶ھ، صاحب عقایدِ نسفی، اس کتاب پر بحث آگے آئے گی) عبداللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدین نسفی مکنی بہ ابوالبرکات (صاحب مدارک التنزیل و حقائق التاویل، اس تفسیر کو بہت سے حضرات تفسیر نسفی بھی کہتے ہیں جس کی وجہ سے غلط فہمی ہوتی ہے) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اردو دائرۃ المعارف (لاہور) میں نخشب کے بارے میں جو کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں اُن کا اختصار درج ذیل ہے۔

"نخشب، بخارا کا ایک شہر، جسے عرب جغرافیہ دانوں نے نسف بھی لکھا ہے..... نخشب اس راستے پر واقع ہے جو بخارا کو بلخ سے ملاتا ہے..... اصطخری کے زمانے میں شہر صرف ایک محلہ اور برباد شدہ قلعہ (کہن دز) پر مشتمل تھا..... چنگیز خاں کے دو اخلاف چغتائی کُبک اور قزن نے یہاں محلات تعمیر کرائے۔ مغولی زبان میں محل کو قرشی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے ان محلات کی تعمیر کے بعد یہ سارا علاقہ قرشی کہلانے لگا۔ تیمور کا مولد کِش، قرشی کے اوپر واقع تھا۔ تیمور کے زمانے ہی سے قرشی اپنی اہمیت کھونے لگا اور کِش کی اہمیت بڑھنے لگی۔ یہ صورت حال اٹھارویں صدی تک برقرار رہی پھر قرشی کا شہر ترقی کرنے لگا اور اس مقام پر جا پہونچا کہ امارت بخارا کے آخری ایام میں اُس امارت کے دوسرے درجے کا شہر بن گیا۔ سقوط بخارا کے بعد ایک تحقیق کے مطابق محققین کا خیال ہے کہ قدیم نخشب کے آثار شُلک تپّہ کے پہاڑی کے اطراف میں موجود ہیں۔"[1]

---

[1] جلد ۲۲ ص ۱۵۶ - ۱۵۷

بیسویں صدی عیسوی کے ایران کی مشہور فارسی لغت (بلکہ قاموس)، لغت نامہ دِھخدا میں نخشب کے عنوان سے جو معلومات درج کی گئی ہیں وہ اگرچہ حدود العالم، انجمن آرا منتھی الارب فرہنگ آنندراج، برہان قاطع اور ڈاکٹر محمد معین کے حاشیۂ برہان قاطع سے ماخوذ ہیں پھر بھی ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا ذکر اردو دائرۃ المعارف میں نہ کیا گیا ہو اس لیے ہم یہاں لغت نامۂ دِھخدا کی عبارت کو نقل نہیں کر رہے ہیں۔[۱] ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا اِس لیے ان کی تحریر سے بھی صرف نظر کیا جاتا ہے۔

زیر نظر تفسیر کے مصنف ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد کی پیدائش ۴۶۲ھ میں نَسَف میں ہوئی۔ دیگر قدماء کی طرح اُن کی زندگی کے بیشتر حالات پردۂ خفا میں ہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کا شمار اپنے زمانہ کے متدین فاضلین میں ہوتا تھا۔ ان کے حالات کی تلاش میں ہم کو فارسی اور اردو کی بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ دوران مطالعہ محسوس ہوا کہ فقیر محمد جھیلمی کی کتاب حدائق الحنفیہ میں جو حالات درج کیے گئے ہیں وہ ہماری مطالعہ کی ہوئی تمام کتابوں میں بیان کردہ حالات سے کچھ زیادہ ہی ہیں اِس لیے ہم درج ذیل سطور میں فقیر محمد جھیلمی کی پوری عبارت نقل کر رہے ہیں۔

> "عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان نسفی المعروف بہ مفتیُ ثقلین۔ نجم الدین لقب اور ابو حفص کنیت تھی۔ شہر نَسَف میں ۴۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام فاضل۔ اصولی۔ متکلم۔ مفسر۔ محدث۔ فقیہ۔ حافظ۔ متقن۔ لغوی۔ نحوی۔ ادیب، عارفِ مذہب تھے اور بسبب کثرت حفظ اور قبولیت خواص وعوام کے ائمۂ مشہورین میں سے ہوئے ہیں۔ فقہ صدر الاسلام ابی الیسیر محمد بزدوی شاگرد ابی یعقوب سیاری تلمیذ ابی اسحاق حاکم نوقدی شاگرد ہندوانی سے حاصل کی اور آپ سے آپ کے بیٹے ابو اللیث احمد بن عمر المعروف بمجد نسفی نے تفقہ کیا اور آپ کی بعض تصانیف صاحب ہدایہ اور ابو بکر احمد بلخی المعروف بہ ظہیر نے آپ سے پڑھیں اور عمر بن محمد عقیلی نے روایت کی چونکہ آپ انس وجن کو جانتے تھے اس لیے لوگ آپ کو

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لغت نامۂ دِھخدا، حرف نون ص ۹۴

مفتی ثقلین کہتے تھے۔ مشائخ بھی آپ کے بہت تھے اس لیے ایک کتاب آپ نے اپنے مشائخ کے اسماء میں جمع کی اور نام اس کا تعداد الشیوخ العمر رکھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ مکۂ معظمہ میں آپ نے جاراللہ زمخشری صاحبِ کشاف کی زیارت کا ارادہ کیا جب اُن کے مکان پر پہونچے تو آپ نے دروازے کو کھڑکایا کہ کھولو۔ علامہ زمخشری نے اندر سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ عمر ہے۔ زمخشری نے کہا کہ انصرف یعنی پھر جا آپ نے کہا یاسیّدی عمر لاینصرف۔ اِس پر علامہ نے جواب دیا کہ جب عمر نکرہ ہو تو منصرف ہوجاتا ہے۔ آپ نے فقہ و حدیث و تفسیر و شروط و نعت (لغت؟) وغیرہ میں بہت سی تصانیف کیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ تقریبًا ایک سو کتاب آپ نے تصنیف کی لیکن اجل واشہر اُن سے یہ ہیں۔

التیسیر فی التفسیر۔ شرح صحیح بخاری المسمیٰ بہ کتاب النجاح فی شرح الاخیار الصحاح اور اُس کے اول میں اپنی اسانید کو مصنف تک پچاس طرق کے ساتھ بیان کیا۔ منظومۃ الفقہ (کہتے ہیں کہ پہلے پہل آپ نے ہی فقہ میں[1] نظم کی) کتاب المواقیت۔ کتاب طلبۃ الطلبہ فی شرح الفاظ کتب اصحاب الحنفیہ۔ کتاب الاشعار بالمختار من الاشعار بیس مجلدمیں۔ کتاب المتشارع وقند فی علماء سمرقند بیس جلدمیں۔ تاریخ بخارا۔ منظومہ جامع صغیر۔ آپ نے سمرقند میں ۵۳۷ھ یا بقول بعض ۵۳۸ ہجری میں وفات پائی۔ تاریخ وفات آپ کی فقیہ والاقدر اور مقبول عصر ہیں[2]۔"

افسوس ہے صاحب حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی نے اپنے مآخذ کی کوئی نشاندھی نہیں کی ہے اس لیے ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ ان کی درج بالا عبارت میں خواب، اصل اور طرزادا کا عنصر ترکیبی کیا ہے، خواب زیادہ ہے یا اصل یا طرزادا؟ ہماری محدود نظر جن مآخذ تک پہونچ سکی ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ انھوں نے فارسی زبان میں کوئی تفسیر بھی لکھی تھی۔ ایک بات اور، عمر بن محمد نسفی کی تصانیف

---

[1] یہ لفظ زاید معلوم ہوتا ہے۔ [2] حدائق الحنفیہ، مطبع نولکشور لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۰۶ ص ۲۱۸ - ۲۱۹

کی تعداد صاحب حدائق الحنفیہ کے نزدیک تقریباً سو ہے جیسا کہ چند ہی سطریں قبل نقل کیا جا چکا ہے۔ ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے یہ تعداد سو سے اوپر لکھی ہے[1] جن میں سے پچیس کے نام انھوں نے درج کیے ہیں۔ ان پچیس کتابوں میں سے ایک کا نام انھوں نے "العقاید" لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ العقاید اور عقاید نسفی ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں یا دو الگ الگ کتابوں کے اور اس کا مصنف کون ہے؟ صاحب حدائق الحنفیہ نے محمد بن محمد ابوالفضل برہان نسفی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اپنے زمانے کے امام فاضل، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، متکلم تھے ۶۰۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ علم خلاف میں ایک مقدمہ تصنیف کیا اور علم کلام میں عقاید نسفی نام کی ایک کتاب لکھی جس کی سعدالدین تفتازانی وغیرہ نے شرحیں لکھیں اور امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر کو ملخص کیا اور ماہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں وفات پائی اور امام ابوحنیفہ کے مشہد (؟) کے پاس مدفون ہوئے۔ امام ثقہ تاریخ وفات ہے۔ وہ جو صاحب کشف الظنون نے عقاید نسفی کو ابی حفص عمر نسفی کی طرف منسوب کیا ہے یہ ان کے قلم کا زلہ ہے[2]"

اس بظاہر غیر متعلق عبارت کو نقل کرنے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) کے زمانے سے عقاید نسفی کو عمر بن محمد نسفی کی تصنیف سمجھا جاتا رہا ہے۔ جدید اور جدید ترین کتابوں یعنی لغت نامۂ دھخدا اور اردو دائرۃ المعارف میں حاجی خلیفہ کی پیروی کرتے ہوئے عقاید نسفی کا مصنف عمر بن محمد نسفی کو قرار دیا گیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ لغت نامۂ دھخدا میں کتاب کا نام العقاید النسفیہ[3] درج کیا ہے اور اردو دائرۃ المعارف (لاہور) میں صرف عقاید[4]۔ ایک اور ہندوستانی عالم مولانا محمد عبدالحئی لکھنوی بھی صاحب حدائق الحنفیہ کی طرح

۱؎ ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے بھی اُن کی کسی تصنیف کے بارے میں صراحت نہیں کی ہے کہ وہ فارسی میں ہے۔ صرف نام سے کتاب کی زبان کا معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد بھی فارسی کتابوں کے نام عربی ہوا کرتے تھے۔

۲؎ حدائق الحنفیہ ص ۲۶۳۔ ۳؎ لغت نامۂ دھخدا، جلد ن، شمارہ مسلسل ۱۲۴، تہران، آذر ماہ ۱۳۴۵ھ ش ص ۱۸۱۴

۴؎ اردو دائرۃ المعارف، جلد ۲۲، طبع اول لاہور ۱۹۸۹، ص ۲۶۹ - ۲۷۰

"عقاید" کو جس کی شرح تفتازانی نے لکھی ہے محمد بن محمد کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس موضوع پر جتنی تحریریں ہماری نظر سے گزری ہیں وہ ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ اتنا تو مسلم ہے کہ "عقاید" یا "عقائد نسفی" یا "العقاید النسفیہ" کی شرح سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی نے لکھی تھی جن کا سنہ وفات ۷۹۱ھ ہے اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اور بھی پیچیدہ یوں ہو جاتا ہے کہ تفتازانی دونوں مذکورہ بزرگوں کے بعد فرد ہیں اور دونوں ہی کی کتاب یا کتابوں کی شرح لکھ سکتے ہیں اس لیے یقین کے ساتھ یہ کیسے کہا جا سکے گا کہ تفتازانی نے کس کی کتاب کی شرح لکھی ہے؟ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے اپنے مقدمہ (جلد اول) میں العقاید کو عمر بن محمد نسفی کی تصانیف میں شمار کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان نسفی کو محمد نسفی معروف بہ برہان الدین صاحب "العقاید النسفیہ" نہ سمجھنا چاہئے جن کی کتاب کی شرح تفتازانی نے لکھی ہے لیکن دوسری جلد کا مقدمہ لکھتے وقت وہ بھی اسی الجھن کا شکار ہو گئے جس کے شکار اس وقت ہم ہیں انھوں نے جلد اول میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بات انھوں نے ریحانۃ الادب[۱] (سال تصنیف ۱۹۵۲ء) سے اخذ کی ہے جس میں تحریر ہے کہ نجم الدین عمر (بن محمد) نسفی نے "عقاید النسفی لکھی جس کی شرح مُلّا سعد تفتازانی نے کی ہے۔ پھر اُسی کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ محمد بن محمد نسفی ملقب بہ برہان الدین کی ایک تصنیف "العقاید النسفی" ہے جس کی شرح تفتازانی نے کی ہے لیکن کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۷۳) میں صرف ایک کتاب عقاید النسفی کا ذکر کیا گیا ہے اور اُس کو نجم الدین عمر (بن محمد) نسفی کی تالیف قرار دیا گیا ہے مزید برآں قاموس الاعلام مطبوعہ استانبول میں انہی نجم الدین عمر (بن محمد) نسفی کی کتاب کا نام "عقاید النسفی" اور "دائرۃ المعارف فرید وجدی" میں "العقاید النسفیہ" لکھا گیا ہے۔

اس مسئلہ کا ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے جو حل نکالا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

> "ظاہراً چنین بہ نظر میرسد کہ دو کتاب بودہ است کہ باہم خلط شدہ است، یکی العقاید النسفیہ و دیگری عقاید النسفی یا این کہ در اصل یک کتاب بہ این نام بیش نبودہ است، و اگر ہم دو کتاب بودہ است شاید

---

[۱] اس کتاب کے مصنف کا نام محمد علی تبریزی ہے جو مدرس کے نام سے معروف تھا۔

یکی از عمر نسفی بودہ ودیگری از برہان الدین نسفی کہ ہم مردی مفسر و متکلم اصولی می باشد وہمین کتاب را تفتازانی شرح کردہ است۔

گاہی ہم می بینیم کہ این کتاب بصورت "العقاید" تنہا بدون "النسفیہ" و با "النسفی" آوردہ شدہ، ہمان طور کہ در متن شرح العقاید تفتازانی آمدہ است:

وَاِنَّ المختصر المسمّٰی بالعقاید للامام الہمام قدوۃ علماء الاسلام نجم الملّۃ والدین عمر النسفی اعلی اللّٰہ درجتہ فی دار السلام"[1]

(بہ ظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ دو کتابیں تھیں جو باہم دگر خلط ملط ہوگئیں ایک العقاید النسفیہ اور دوسری عقاید النسفی یا یہ کہ ایک کتاب سے زیادہ اس نام کی کتاب نہ تھی اور اگر یہ دو کتابیں تھیں تو شاید ان میں سے ایک عمر (بن محمد) نسفی کی ہو اور دوسری برہان الدین نسفی کی جو ایک مفسر، متکلم، اصولی تھے اور تفتازانی نے اسی کتاب کی شرح کی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی اس کتاب کا نام بغیر النسفیہ کے صرف العقاید لیا جاتا ہے اور کبھی "النسفی" کے ساتھ۔ بالکل اسی طرح جس طرح تفتازانی کی شرح العقاید کے متن میں لکھا گیا ہے:

..... اور المختصر مسمیٰ بہ العقاید تصنیف امام ہمام قدوۃ العلماء الاسلام نجم الملۃ والدین عمر نسفی، اللہ دار السلام میں ان کے درجات کو بلند کرے۔)

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں "عقاید نسفی" کو ابو حفص عمر نسفی سے منسوب کیا ہے اور حدائق الحنفیہ کے مصنف فقیر محمد جہلمی نے اس انتساب کو ان کے قلم کی غلطی قرار دیا ہے۔ حاجی خلیفہ (گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی[2]) کے بیان کی تردید کے لیے کسی بیسویں صدی عیسوی کے مصنف کے بیان کو بلا تحقیق مان لینا علمی روش کے منافی ہے تاہم یہ کہے بغیر چارہ بھی نہیں کہ شاید حاجی خلیفہ سے غلطی سرزد

۱؎ تفسیر نسفی ج ۲ ص ۱۲ ۲؎ ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء — ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۸ء

ہوئی ہے۔ فقیر محمد جہلمی کی تائید انیسویں صدی کے ایک بزرگ عالم مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (۲۴؍اکتوبر ۱۸۴۸ء - ۲۶؍دسمبر ۱۸۸۶ء) نے بھی اپنی کتاب 'الفواید فی تراجم الحنفیہ' (مطبعۃ السعادۃ۔ مصر۔ طبع اول ۱۳۲۴ھ) میں کی ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ کوئی صاحبِ علم اِس زمانے میں یہ تحقیق کرکے دیکھیں کہ حاجی خلیفہ سے پہلے کن مصنفین نے العقاید النسفیہ یا العقاید یا عقاید نسفی نامی کتاب یا کتابوں کا ذکر کیا ہے اور اُن کے نزدیک اِس کتاب یا اِن کتابوں کا مصنف کون ہے۔ اس وقت ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ "عقاید نسفی" ابوحفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی تصنیف ہے یا نہیں؟

درج بالا سطور میں جس طرح 'العقاید' پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے' اسی طرح زیرِ بحث تفسیر پر بھی سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ اِس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل درج ذیل ہے:

اس تفسیر کے مرتب ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی کو اس کے تین مخطوطے مل سکے۔ انھوں نے جس مخطوطے کو اساسی نسخہ بنایا ہے وہ کتابخانۂ آستانِ قدس رضوی میں محفوظ ہے۔ اس مخطوطے میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے اِس کا زمانۂ کتابت اور کاتب کا نام معلوم ہوتا۔ مزید برآن اساسی مخطوطے کے سرورق پر اصل کاتب مخطوطہ کے قلم سے اس طرح کی کوئی بھی اطلاع درج نہیں ہے کہ یہ کس کی تفسیر ہے؟ بقول ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی ایک دوسرے خط میں جو ہوسکتا ہے مخطوطے کے مالک کا ہو یہ ضرور درج ہے" و ظاہر است کہ تفسیر نسفی راست" مرتب نے اس مخطوطے کی جو املائی خصوصیات تحریر کی ہیں وہ اس کی قدامت پر دلالت کرتی ہیں۔ طول کلام کے خوف سے ہم اِن املائی خصوصیات کے ذکر سے صرف نظر کرتے ہیں۔ اِس تفسیر کا دوسرا مخطوطہ کتابخانۂ مجلس سنا افغانستان میں محفوظ ہے۔ اِس میں بھی مفسر، کاتب اور سنہ کتابت کا کوئی اندراج نہیں ہے جس جگہ پر تفسیر کی کتابت ختم ہوتی ہے وہاں یہ تحریر ملتی ہے" تمت ھذہ التفسیر بعون اللہ وحسن توفیقہ والحمد للہ رب العالمین" اس مخطوطے کو ڈاکٹر جوینی نے املائی خصوصیات کی بنا پر پہلے مخطوطے کا ہم شبیہ قرار دیا ہے۔ تیسرا مخطوطہ ترکی کے کتابخانۂ مرکزی میں محفوظ ہے جس کی مائکروفلم ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی کے پیشِ نظر تھی خوش قسمتی سے اس مخطوطے کے آخر میں مفسر اور کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج ہے[۱] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نویں صدی ہجری کے اواخر میں

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر نسفی ج ا ص ۳۵ - ۴۳ (مقدمہ) افسوس ہے کہ ڈاکٹر جوینی نے اس مخطوطے کا =

سنہ ۸۹۰ھ میں نقل کیا گیا تھا۔

جیسا کہ معلوم ہے ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کا انتقال ۵۳۷ یا ۵۳۸ ہجری میں ہوا تھا یعنی ترکی کے مخطوطے کی کتابت سے تین سو ترپن یا تین سو چون برس پہلے۔ اتنے بعد کی صرف ایک تحریر کی بنیاد پر زیر نظر تفسیر کو عمر بن محمد نسفی کی تفسیر قرار دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اِس لیے ہم کو کچھ مزید خارجی اور داخلی شہادتیں فراہم کرنی ہوں گی، تب کہیں جاکر کامیابی سے ہم کنار ہونے کا امکان ہے۔

تفسیر نسفی کا جو متن ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے مرتب کیا ہے اُس میں مفسر نے نہ تو اپنا نام لکھا ہے نہ ہی یہ تحریر کیا ہے کہ اُس نے یہ تفسیر کیوں لکھی ہے مزید برآں اُس نے یہ بھی تحریر نہیں کیا ہے کہ وہ کس 'اصولِ تفسیر' پر کاربند ہے، ناسخ و منسوخ کے بارے میں اُس کا کیا نظریہ ہے، متشابہات کی توجیہ و تاویل و تفسیر کرنے میں وہ کن کن چیزوں کو پیش نظر رکھتا ہے، اُس نے اپنے پیش رووں کی رایوں سے کس حد تک اتفاق کیا ہے اور کس حد تک اختلاف؟ غرض کہ زیر نظر متن کے ذریعے نہ تو مفسر کا نام دریافت کیا جاسکتا ہے نہ ہی اُس کا 'اصولِ تفسیر'، ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی تصانیف کی جو فہرست ہماری نظر سے گزری ہے اُس میں کسی کتاب کے نام سے یہ شبہ تک نہیں ہوتا کہ یہ فارسی تفسیر ہوگی۔ القاید سے قطع نظر ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے اُن کی تصانیف کے جو نام تحریر کیے ہیں وہ یہ ہیں: "الاجارات : الاشعار الاکمل الأطول فی تفسیر القران۔ بعث الرغائب لبحث الغرائب۔ تاریخ بخاری۔ تطویل الاسفار لتحصیل الاخبار۔ تعداد الشیوخ۔ تیسیر فی علم التفسیر۔ الجمل الماثورة۔ الخصائل فی الشمائل۔ الخصائل فی الفروع۔ دعوات المستغفرین۔ عجالة الحسبی۔ القند فی تاریخ علماء سمرقند در بیست جز۔ مجمع العلوم۔ المختار من الاشعار در بیست جز۔ المعتقد در علم خلاف[1]۔ منہاج الدرایة در فروع[2]۔ النجاح فی شرح اخبار کتاب الصحاح یعنی صحاح بخاری و مسلم۔ نظم الجامع الصغیر شیبانی[3] در علم فروع۔ یاقوتة فی الاحادیث۔ یواقیت المواقیت فی فضائل الشہور والایام۔ طلبة الطلبہ۔ قید الاوابد[4]۔

= ترقیمہ نقل نہیں کیا ہے معلوم نہیں کاتب نے مفسر کا نام کس طرح لکھا ہے۔ گمان غالب ہے کہ ابو حفص نجم الدین عمر نسفی لکھا ہوگا جو لوحِ کتاب پر شائع کیا گیا ہے۔ [1-3] معلوم نہیں "در علم خلاف" اور "در فروع" کتاب کے نام کا جز ہیں یا ڈاکٹر جوینی کی تشریح ہیں [4] تفسیر نسفی ج ۱ ص ۴۴

ڈاکٹر عزیز اللہ جوینی نے ہدیۃ العارفین ج ۵ ص ۷۸۳، زرکلی کی اعلام ج ۵ ص ۲۲۲، عسقلانی کی لسان المیزان ج ۴ ص ۲۲۷ ابن اثیر کی تہذیب الانساب، سمعانی کی الانساب، ریحانۃ الادب اور لغت نامۂ دھخدا کی مدد سے یہ فہرست بنائی ہے۔ اس طویل فہرست کو ہم نے صرف اس لیے نقل کیا ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ مذکورہ بالا کتابوں کی مدد سے بھی ابوحفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی کسی فارسی تفسیر کا سراغ ملنا ممکن نہیں ہے۔

اب سے ساڑھ اکسٹھ سال پہلے پروفیسر عبدالعلیم صاحب نے "عقیدۂ اعجاز قرآن کی تاریخ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کو اردو اکیڈمی جامعہ ملیہ نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب کو لکھنے کے لیے پروفیسر عبدالعلیم صاحب نے تفسیری ذخیرے کے خاصے بلکہ جرمنی میں محفوظ تقریباً سارے مخطوطات کا مطالعہ کیا تھا۔ انھوں نے اپنی کتاب میں ایسے پندرہ مفسروں کے نام لکھے ہیں جنھوں نے اپنی تفسیر میں عقیدۂ اعجاز قرآن پر خاص طور سے بحث کی ہے۔ ان پندرہ مفسرین میں عمر بن محمد النسفی (م ۵۳۷ھ) کا بھی نام ہے[1]۔ پروفیسر عبدالعلیم صاحب کی تحریر سے زیر نظر فارسی تفسیر نسفی پر سوالیہ نشان اور گہرا ہو جاتا ہے۔

اکثر مفسروں نے خاص طور سے سورۂ بقرہ کی تیئیں اور چوبیسویں آیتوں کی تفسیر میں اعجاز قرآن کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ زیر نظر تفسیر نسفی میں مذکورہ دونوں آیتوں کی تفسیر میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اُس کو اس خیال سے نقل کیا جاتا ہے کہ شاید مسئلہ کا کوئی حل نکل آئے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

"واگر شکیت در آنچہ فرستادیم ما، بہ بندۂ خود محمد مصطفیٰ؛ پس بیاریت سورہ ای از ہم چون قرآن چون می گوییت سخن آدمیان است، یا از ہمچون محمدی چوں می گوییت از خود می گوید شمار انیز ہمچنین دل وزبان است۔ وبہ یاری خوانیت فصحای وبلغای خویش را، بلکہ معبود خواندگان خویش را؛ اگر راست می گوییت کہ این را محمد ساختہ است، چون ہر یکی از شما طریق ساختن سخن شناختہ است۔"

---

[1] عقیدۂ اعجاز قرآن کی تاریخ، اردو اکادمی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، نومبر ۱۹۳۲ ص ۳۱

(ہم نے اپنے بندے محمد مصطفیٰ پر جو کچھ نازل کیا ہے اگر اس میں تم کو شک ہے، تو قرآن جیسی ایک سورۃ لے آؤ کیوں کہ تم کہتے ہو کہ قرآن انسانی کلام ہے، تم یہ کہتے ہو کہ محمد اس کو وضع کرتے ہیں تم بھی انہی جیسے دل اور زبان کے حامل ہو تم بھی وضع کرلاؤ، اور اپنی مدد کے لیے اپنے تمام فصحا اور اہل بلاغت ہی کو نہیں بلکہ اُن کو بھی بلالو جن کو تم اپنا معبود گردانتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص سخن سازی کے تمام طریقوں سے واقف ہے۔)

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ٥

" اگر نیاریت وہرگز نتوانیت آریت، بترسیت از آتشی کہ فروزینۂ وی مردمانند و سنگھائی کلان، یعنی کافران و بتان، یا سنگ ہای کوہ ہای این جہان۔ یا سنگھای گوگرد کہ وی زود تر درگیرد، و دیر تر فرومیرد، و بویش گندہ تر بود و وی بر تن ہا چسفندہ تر بود، و آتش وی تیز تر بود، آمادہ کردہ شدہ کافران را۔"

(اگر نہیں لاتے ہو اور تم ہرگز نہیں لاسکتے، اُس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہوئی ہے۔ (وہ آگ جس کا ایندھن انسان اور بڑے بڑے پتھر یعنی کفار اور بت (ہیں) یا اِس دنیا کے پہاڑوں کے پتھر، یا گندھک کے پتھر جو جلد بھڑک اٹھتے ہیں اور دیر میں بجھتے ہیں اور اُن کی بو ناگوار تر ہوتی ہے، اور وہ (آگ) جسم سے زیادہ چپکنے والی اور اُس کی لپٹ تیز تر ہوتی ہے۔)

درج بالا اقتباسات پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ ان نسفی (ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد متوفی ۵۳۷ھ) نے اِن آیتوں کی تفسیر سے اعجاز قرآن کو ثابت نہیں کیا ہے۔ اِس کے برعکس ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل وحقایق التاویل میں اِن آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اعجاز قرآن پر مدلل انداز سے بحث کی ہے جو طویل ہے مگر اُس کو نقل کیے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔

(و ان کنتم فی ریب ممّا نزلنا) ما نکرہ موصوفہ ہے یا الّذی (اسم موصول بہ معنی جو) کے معنی میں ہے۔ (علیٰ عبدنا) محمد علیہ السلام، اور عبد

عقلا، (جمع عاقل بہ معنی ذی عقل وخرد) کے طبقے میں سے مملوک کا نام ہے۔ مملوک اُس موجود کو کہتے ہیں جس پر طاقت وقوت کے ذریعے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔ کہتے ہیں کہ نزّلنا، انزلنا سے مرتبہ میں کم ہے، کیونکہ اس سے مراد وحی کا تدریجاً اور قسط وار نزول ہے، اور یہ چیلنج کے موقع کے لیے اُس کی سخت گفتگوؤں میں سے ہے، کہ وہ کہتے تھے، اگر یہ اللہ کی جانب سے ہوتا تو اِس طرح قسط وار حالات کے مطابق اور خطباء وشعراء کے طریقوں کی طرح ایک سورۃ کے بعد دوسری سورۃ اور آیات کے بعد آیات نازل نہ ہوتیں۔ خطباء وشعراء کی تخلیقات میں وقتاً فوقتاً مختلف راہیں نکلتی رہتی ہیں، شاعر اپنے دیوانِ شاعری کو ایک ہی بار میں املا نہیں کرا دیتا اور نہ نثر نگار اپنے خطبے کو ایک ہی دفعہ میں وجود بخش دیتا ہے اِس لیے اگر اس کو اللہ نے نازل کیا ہوتا تو پورا کا پورا ایک ہی بار میں نازل کر دیتا اللہ کا فرمان ہے "وقال الذین کفروا لولا نُزّل علیه القرآن جملة واحدة" (یعنی منکرین کہتے ہیں اِس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا) سورۃ الفرقان۔ یعنی اگر تم اس طرح کے انزالِ (قرآن) کے سلسلے میں شک کر رہے ہو جس کو تدریجاً نازل کیا گیا ہے تو (فاتوا بسورة) تم ایک ہی بار ایک ہی قسط میں چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کے مثل کوئی سورۃ لے کر آؤ، سورۃ قرآن کے ایک واضح ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہوتا ہے، اگر اُس کا واو وادِ اصلی ہے تو یا تو اس کو سور المدینہ (شہر پناہ) جو شہر کی چہار دیواری ہوتی ہے، سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یا تو اس لیے کہ وہ قرآن کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جو علیٰحدہ علیٰحدہ، حدود سے گھرا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد دیوار کھڑی ہے، بالکل اِسی طرح جیسے کسی شہر کو چہار دیواری سے گھیر دیا جاتا ہے اور یا اس لیے کہ سورتیں شہر پناہ کی طرح قسم قسم کے فوائد اور مختلف قسم کے علوم پر مشتمل ہیں۔

یا اس کو السورۃ بمعنی مرتبہ سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ یا تو اس لیے کہ سورتیں منازل و مراتب کا درجہ رکھتی ہیں، جن کے ذریعہ سے قاری ترقی کے منازل طے کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سورتیں طوال، اوساط اور قصار سورتوں کی شکل میں مرتب ہیں اور یا دین میں ان کے مقام کی عظمت اور رفعتِ شان کی وجہ سے اُن کو السورۃ (بمعنی مرتبہ) سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

اور اگر واؤ ہمزہ سے منقلب ہے تو اس لیے کہ وہ قرآن کا ایک قطعہ اور ٹکڑا ہے جس طرح السُورَۃ، یعنی کسی چیز کا بقیہ (باقی ماندہ) حصہ ہوتا ہے۔

جہاں تک قرآن کو سورتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے اور الگ الگ کرنے کے فوائد کا سوال ہے تو اس کے فوائد بہت سے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے توریت انجیل، زبور اور ساری وہ چیزیں جو اپنے انبیاء کو وحی کی ہیں، ان سب کو سورتوں کی شکل میں نازل کیا اور مصنفین نے بھی اپنی ہر فن کی کتب کو ابواب میں منقسم کیا اور ابتدائی حصہ کو دیباچہ سے مزین کیا ہے یہ اس کے فواید میں سے ہے کہ جنس (ماہیت) جب اقسام پر مشتمل ہو اور اصناف کو شامل ہو تو وہ احسن ہوتا ہے بہ نسبت اُس کے کہ وہ ایک ہی قسم کے بیان کو شامل ہو۔

اس کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ قاری جب کتاب کا ایک باب یا ایک سورۃ ختم کرلیتا ہے پھر دوسرے باب یا سورۃ کو پڑھنا شروع کرنے لگتا ہے تو وہ اُس کے مطالعے کے لیے اور اُس سے مستفید ہونے کے لیے زیادہ آمادہ اور ذہنی طور پر بیدار ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ پوری کتاب کو مسلسل پڑھتا رہے۔ اسی سبب سے قرّا نے قرآن کو اسباع، اجزاء، عشور اور اخماس میں تقسیم کیا ہے۔

انھیں فوایدمیں ہے کہ حافظ جب ایک سورۃ کو پوری طرح پڑھ لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس نے کتاب اللہ کے ایک مستقل ٹکڑے کو پڑھ لیا ہے جس کا آغاز و اختتام بھی اُسی کے ساتھ ہے۔ اس خیال سے اس کے اندر اپنے حفظ (قرآن) کو عظیم سمجھنے کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے

نفس میں اُس چیز کو اجلال و عظمت کا موجب سمجھتا ہے۔

انہی فوائد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ البقرہ اور آلِ عمران پڑھ لیتا تھا تو ہم میں عظیم المرتبت ہو جاتا تھا۔ اِسی وجہ سے نماز میں پوری سورۃ کی قرارت افضل قرار دی گئی تھی۔

(من مثلہ) سورۃ سے متعلق اس کی صفت ہے اور مِمَّا نزلنا کی ضمیر ہے۔ یعنی ایسی سورۃ جو اس کے مثل ہو۔ یعنی ایسی سورۃ لے کر آؤ جو اس کے اچھوتے بیان اور حسنِ نظم کے اعلیٰ مرتبہ میں اُس کی صفات کی حامل ہو یا عبدنا کی ضمیر ہے، یعنی ایسے شخص کے ذریعے سے کوئی سورۃ لے کر آؤ جو اُس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا اُمّی ہو اور کتاب نہ پڑھ سکتا ہو اور جس نے علماء سے تحصیل علم نہ کیا ہو۔ اس صورت میں مثیل و نظیر کا مفہوم مقصود نہ ہو گا۔ ضمیر کو نازل کردہ شے کی طرف منسوب کرنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: فأتوا بسورة مثله (یعنی، تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ) یونس/۳۸۔ فاتوا بعشر سورٍ مثله (یعنی، تو اس جیسی دس سورتیں لے کر آؤ) ہود/۱۳

علیٰ ان یاتوا بمثل هٰذا القرآن لا یاتون بمثله (یعنی سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے) بنی اسرائیل/۸۸

اور اُس لیے بھی (مناسب ہوگا) کہ ضمیر کو منزل (نازل کردہ) شے سے منسوب کرنے سے کلام میں حُسن ترتیب پیدا ہوتی ہے اور حدیث منزل کے بارے میں ہے نہ کہ منزل علیہ کے بارے میں، اور اس کا سیاق اُسی کی جانب ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ اگر تم کو اس بات میں شک ہے کہ قرآن اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہے تو تم چند ٹکڑے ایسے لے کر آؤ جو اس کے مثل ہوں۔ ترتیب کا قضیہ یہ ہے کہ اگر ضمیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جاتا تو یوں کہا جاتا " وان ارتبتم فی ان محمدًا منزل علیه فهاتوا قرآنا من مثله" (اور اگر تم کو اِس بات میں شک ہے کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے تو تم اس کے مثل قرآن لے کر آؤ)
اور اس لیے کہ یہ تفسیر اللہ کے فرمان (وادعوا شھداءکم) سے مناسبت
رکھتی ہے۔ شہداء، شہید کی جمع ہے جو حاضر یا شہادت دینے والے کے
معنی میں ہے۔ (من دون اللہ) یعنی اللہ کے علاوہ، شہداءکم سے متعلق
ہے، یعنی ان لوگوں کو بلاؤ جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے
اور تمہارا دعویٰ ہے کہ وہ روز قیامت تمہارے حق میں شہادت دیں گے
کہ تم حق پر ہو، یا جو تمہارے حق میں شہادت دیں کہ وہ (جو کچھ تم لے کر
آئے ہو) قرآن کے مثل ہے۔ (ان کنتم صادقین) یہ بات افتراء
ہے کہ یہ کلام محمد علیہ السلام ہے۔ جواب شرط محذوف ہے جس پر
اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے۔ یعنی اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو
تم اس کے مثل لے کر آؤ اور اس پر اپنے معبودوں سے مدد طلب کرو۔"[1]

سمجھ میں نہیں آتا کہ پروفیسر عبدالعلیم صاحب کے پیش نظر کس "تفسیر القرآن" کا مخطوطہ تھا۔ ابوحفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کا یا ابوالبرکات کی تفسیر کا؟ انھوں نے جو سال وفات تحریر کیا ہے وہ تو ابوحفص نجم الدین عمر کا ہے مگر ابوحفص کی جو مطبوعہ فارسی تفسیر ہمارے سامنے ہے وہ پروفیسر عبدالعلیم صاحب کے ارشاد کی نفی کرتی ہے۔ کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید ابوحفص نجم الدین عمر بن محمد نسفی کی عربی زبان میں لکھی گئی تفسیر کا کوئی مخطوطہ پروفیسر عبدالعلیم صاحب کی نظر سے گذرا ہو مگر اس مخطوطے یا ابوحفص کی عربی تفسیر کا اس انکشاف کے بعد بھی کسی نے کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ یا یہ ممکن ہے کہ پروفیسر عبدالعلیم صاحب نے مدارک التنزیل کا کوئی مخطوطہ دیکھا ہو چونکہ یہ تفسیر، تفسیر نسفی کے نام سے بھی معروف ہے اس لیے پروفیسر عبدالعلیم صاحب نے نام تو تفسیر القرآن لکھا مگر سال وفات ابوالبرکات کا نہیں بلکہ ابوحفص کا لکھ گئے۔ یہ جو بھی صورت حال ہو ۵۳۷ھ میں وفات پائے ہوئے مفسر کی تفسیر کی تصدیق ۸۹۰ھ کی کتابت کی ہوئی ایک تفسیر سے ہوتی ہے جس کو آنکھ بند کر کے قبول کر لینا شاید دانش مندی سے بعید ہو۔ (باقی آئندہ)

---

[1] تفسیر النسفی ج ۱ ص ۳۰ - ۳۱، دار احیاء الکتب العربیہ، عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاؤہ (مصر) مدارک التنزیل کی عبارت کے اردو ترجمے کے لیے میں ڈاکٹر صلاح الدین عمری کا شکر گزار ہوں۔